حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا کی ''متاعِ قلیل''

تأثر و تبصرہ: محمد احمد حافظ

جناب ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا صاحب اگرچہ ایک خلوت گزیں اور گوشہ نشین آدمی ہیں مگر ان کا نام علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں، وہ صاحب علم و دانش اور کتابی دنیا کے آدمی ہیں۔ اب تک ان کی درجنوں علمی، تحقیقی اور اَدبی کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ''مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان'' اسلام آباد سے ۱۹۷۳ء میں کیا تھا۔ وہاں سے ''نیشنل ہجرہ کونسل اسلام آباد''، پھر ''اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد'' میں آپ کی ملازمت رہی۔ آج کل ریٹائرمنٹ کی زندگی گذار رہے ہیں، لیکن یہ زندگی بے مقصد و بے مصرف نہیں ہے، کتاب و قلم سے رشتہ اب بھی برقرار ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ آپ کی نئی تصنیف قاری کو دعوتِ مطالعہ دے رہی ہوتی ہے۔ اب تک تو جناب رانجھا صاحب نے دوسروں کے حوالے سے لکھا یا دوسروں کی لکھی کتابوں کو ایڈٹ کر کے نئے گیٹ اپ کے ساتھ شائع کرایا ہے، مگر ان کی اپنی شخصیت پردہ اخفاء میں تھی۔ حال ہی میں ان کی خودنوشت ''متاعِ قلیل'' کے نام سے سامنے آئی ہے، جو مصنف کی حیاتِ مستعار کے بیتے دنوں کی تہ در تہ پرتوں کو کھولتی ہے۔ قاری جب کتاب کے مطالعے سے حظ اندوز ہو چکتا ہے تو اس کے نہاں خانہ دل سے ایک سرگوشی ابھرتی ہے کہ...... یہ ''متاعِ قلیل'' نہیں ''متاعِ کثیر'' بلکہ ''خیرِ کثیر'' ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹر رانجھا صاحب کے دیرینہ رفیق جناب ڈاکٹر سید عارف نوشاہی صاحب نے آپ کا شوخ تعارف کچھ یوں کرایا ہے:

''رانجھا صاحب کی ایک غزل کے شعر:

دل کی دولت بھلا لٹنے کا کیوں ہو کچھ غم
ہم تو مشہور ہیں گھر بار لٹانے والے

سے ان کا رانجھا ہونا صاف جھلک رہا ہے، مگر یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب آتش جواں تھا، مرادوں کے دن تھے، جوانی کی راتیں تھیں اور رانجھا صاحب پر سلسلہ نوشاہیہ کا بھی جمالی اَثر تھا۔ شباب کے انہی ایام میں جب یہ سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہاں تو ''ہوش دَر دَم'' اور ''نظر بَر قدَم'' کی قید ہے۔ نوشاہیوں کے ہاں تو ''بے ہوشی دَم بہ دَم اور نگاہ برقدم'' کی قید ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کی جلالت نے اثر دکھایا اور رانجھا صاحب جو اپنے نام کے ساتھ ایک مناسبت سے ڈاکٹر لکھا کرتے تھے، اب ''مولانا'' ہو گئے۔ وہ شعر و غزل کو تج کر صوفیانہ ادب کی طرف راغب ہوئے اور

سرِ سلسلہ نقشبندیہ خواجہ بہاء الدین نقش بند کے مرید یعقوب چرخی کے تمام غیر مطبوعہ رسائل چھاپ دیے اور نقشبندیات پر ایک مفید اضافہ کیا۔ نقشبندیات سے ہٹ کر انھوں نے تصوف کی کچھ اور کتابوں، تذکروں، اور مخطوطات پر بھی کام کیا جو سب کی سب فارسی زبان میں ہیں۔''

ڈاکٹر رانجھا صاحب نسبت بزرگ اور نقش بندی سلسلے کی عظیم ''خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں شریف'' سے منسلک ہیں۔ آپ نقش بندی امہات کتب کے مترجم، مسود، مصحح، محشّی، مؤلف اور مصنف ہیں، آپ کو نقشبندیات کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شیخ المشایخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات اور اللہ پاک کی عطا فرمودہ توفیق عالی نے آپ سے بڑا کام لیا ہے۔ آپ کی ''متاعِ قلیل'' میں مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کی تعداد پچپن ہے، ان میں سے آٹھ کتابوں کی تصحیح و تحقیق آپ کے قلم سے ہے۔ اٹھائیس تصنیفات اور اٹھارہ تراجم ہیں۔ ایک سو ستر علمی تحقیقی اردو مضامین، اڑتیس فارسی مضامین، بارہ فارسی مضامین کے اردو تراجم شامل ہیں۔

ڈاکٹر رانجھا صاحب کا اولین کام سلسلہ نقش بندیہ کے امام سلوک حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل پر کام ہے۔ آپ نے حضرت یعقوب چرخی رحمہ اللہ کے ''رسالہ ابدالیہ''، ''رسالہ انسیہ''، ''سہ رسائل'' (شرح اسماء الحسنیٰ، حورائیہ، طریقہ ختم احزاب) کی تصحیح، تعلیق اور ترجمے کا کام کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات و تالیفات میں ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ''...... ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف''...... ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ مظہریہ دہلی''...... ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف''...... ''تاریخ و تذکرہ خواجگانِ نقشبند'' جیسی اہم کتب شامل ہیں۔

تراجم میں حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ کی کتاب ''آداب المریدین''، مولانا یعقوب چرخیؒ کی ''تفسیر چرخی''، حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے ''کشکول کلیمی''، حضرت مولانا فخر الدین علیؒ کی ''رشحات عین الحیات''، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی ''دُرّ المعارف''، ''مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علیؒ''، حضرت شاہ سعیدؒ کے ''مکتوبات سعیدیہ''، ''مکتوبات خواجہ سیف الدین نقشبندی سرہندی''، حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے ''مجموعہ فوائد عثمانی'' شامل ہیں۔ ان تمام میں خصوصیت کے ساتھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ''مکتوباتِ امام ربانی'' کا کامل ترجمہ بھی آپ کے توشہ حسنات میں سے ہے۔ آخر الذکر مکتوبات شریف کا ترجمہ نہایت شستہ و رفتہ، سلیس و دل نشین ہے، جو تصوف کا خزینہ تو ہے ہی اردو ادب کا بھی عطر ہے۔

تھوڑا عرصہ قبل آپ سے فون پر رابطہ ہوا تو فرمایا کہ ''مکتوبات معصومیہ'' کا اسی طریق پر ترجمہ کر کے اپنے مرشد گرامی حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہم زیب سجادہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سپرد کر چکے ہیں۔ مکتوبات معصومیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً چھ سو باون مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ مکتوبات امام ربانی کی طرح یہ مجموعہ بھی اَسرار و حِکَم، پند و موعظت، دقائقِ سلوک و تصوف کا بے بہا خزینہ ہے۔ ان مکتوبات

کا از سرِ نو ترجمہ وتدوین اور ترتیبِ جدید معمولی بات نہیں۔

یہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا صاحب زید مجدہم کی ''متاعِ قلیل'' کی معمولی جھلک ہے۔ ہمارے خیال میں نقشبندیات پر آپ نے تن تنہا اتنا کام کیا ہے جو بڑے بڑے اداروں اور اکیڈمیوں کے بس کی بات نہیں، ہاں ''ارادہ'' اگر ہو تو رانجھا صاحب جیسے لوگ یہ کوہِ گراں سر کر سکتے ہیں، مگر اس کے لیے بھی 'رانجھا' ہونا ضروری ہے۔

''متاعِ قلیل'' میں جناب رانجھا صاحب نے اپنے نجی حالات بلا کم و کاست پیش کیے ہیں۔ یہ خودنوشت بھی اَحوال و کیفیات اور وارداتِ حیات کا دل چسپ مجموعہ ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے کسی ''کوہ کن'' کا تصور ابھرتا ہے۔ مسلسل محنت، کدو کاوش، زندگی کی کٹھنائیوں سے نبرد آزمائیاں، رزق حلال کی طلب اور خاندان کی پرورش میں زمانے کے سرد و گرم تھپیڑوں کی برداشت، جستجو، لگن اور محنت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، تنکا تنکا جوڑ کر بچوں کے لیے آشیانہ فراہم کرنے کی فکر، افرادِ خاندان، اعزہ و اقارب خصوصاً والدین کی خدمت کے حیرت انگیز واقعات و مشاہدات کا مجموعہ ''متاعِ قلیل'' ہے۔ وفاء و خلوص میں گندھے رشتے کیسے ہوتے ہیں، خاندان کس طرح بڑھتے، پھلتے پھولتے یا سمٹتے ہیں؟ ان میں محبت و نفرت کی لہریں کب کب اور کس طرح جنم لیتی ہیں؟......اس کا اندازہ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رانجھا صاحب نے عمر بھر ملازمت کی، دورانِ ملازمت بھلے اور برے، دونوں طرح کے ساتھیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ بعض لوگوں کو دوسروں کی ٹانگ کھینچنے کا دائمی عارضہ ہوتا ہے، اس سے وہ اپنی قساوت و دنائت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو ان کی فطرت ہوتا ہے۔ رانجھا صاحب کو بھی دونوں طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑا، انھوں نے کمال توازن کے ساتھ دونوں طبقوں کا ذکر کیا ہے۔ جن ساتھیوں نے مشکل وقت میں حق دوستی نبھایا، ان کا نام لے کر دل کھول کر تعریف کی ہے، البتہ نامہربانوں کا نام لے کر انھیں رسوا نہیں کیا۔ رانجھا صاحب نے اہلِ محلّہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہاں بھی انھوں نے بے کم و کاست محلے داروں کے دونوں رخ دکھائے ہیں، جس سے ''محلّہ داری'' کے تہ در تہ معاملات پر روشنی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر رانجھا صاحب نے ڈاکٹریٹ کا ہمالہ کیسے سر کیا؟ محکمہ جاتی الجھنیں اور رکاوٹیں کیا ہوتی ہیں؟ کس طرح کسی کے حق کو دبایا جاتا اور ناحق کو نوازا جاتا ہے؟...... یہ بھی ایک داستان ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس باب میں خصوصاً ان احباب کے لیے جو ڈاکٹریٹ کے مرحلے سے گذر رہے ہیں، کی دلچسپی کا کافی سامان ہے۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے تذکرے کے بغیر آپ کی خودنوشت کیونکر مکمل ہو سکتی تھی...... جناب رانجھا صاحب وفا کیش و محسن شناس ہیں، خانقاہ شریف سے وابستگی، حضرات خواجگان سے عقیدت و محبت ان کے دل میں رچی بسی ہے، چناں چہ کتاب کا ایک معتد بہ حصہ خانقاہ سراجیہ کے والہانہ ذکرِ خیر پر مشتمل ہے۔ یہ اسی خانقاہ کا فیض ہے کہ نقشبندیات پر اتنے وقیع اور وسیع کام کو ''متاعِ قلیل'' قرار دیتے ہیں۔

قاری کتاب اٹھاتا ہے تو ممکن نہیں سرسری انداز میں پڑھ کر ایک طرف رکھ دے، بلکہ رانجھا صاحب کے ساتھ ساتھ چلتا

ہوا خود اپنے بچپن، لڑکپن، جوانی اور اَدھیڑ عمری کو تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف اپنی نہیں ہماری کہانی بھی لکھ دی ہے۔

نامور محقق اور صاحبِ قلم جناب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

''وطنِ عزیز کے معروف تذکرہ نگار اور مصنف ڈاکٹر نذیر رانجھا نے پچاس سے زائد کتابوں اور چھوٹے بڑے رسائل کی تصنیف و تالیف اور ترجمے کے بعد آخرالامر بار بار ابھرنے والی اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنا ہی دیا ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد اور اعزہ و اقارب کا تذکرہ مرتب کریں، نیز اپنی ۶۵ سالہ زندگی کے نشیب و فراز کی داستان رقم کر دیں۔ ڈاکٹر رانجھا ان شاذ افراد میں سے ہیں جو نسبی تعلقات کی اہمیت کو جانتے ہیں، انہیں نبھاتے ہیں اور اب انہوں نے ان نسبتوں کو آنے والی نسلوں کے لیے حوالہ قرطاس بھی کر دیا ہے۔''

خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خوجہ خلیل احمد صاحب زید مجدہم اپنے کلماتِ تقریظ میں ارقام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت رانجھا صاحب کو بے پناہ کمالات سے نوازا ہے۔ تاریخ، تحقیق، ادب، تصوف، اور اہل تصوف کی خدمات عالیہ کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں کے خوشہ چین بھی ہیں۔ آج تک حضرت موصوف کو علمی، ادبی اور تاریخی تناظر میں دیکھا جاتا رہا ہے، لیکن موصوف کی خودنوشت کتاب بعنوان ''متاعِ قلیل'' نے بہت سے گم گوشوں سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ محترم المقام رانجھا صاحب نے زندگی کے مشکل اور دشوار مرحلے جس جفاکشی اور اولوالعزمی سے عبور کیے ہیں، یہ یقیناً قابل صد تحسین اور قابل تقلید ہونے کے ساتھ ساتھ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی کی عملی تفسیر بھی ہے۔ محترم رانجھا صاحب نے ''متاعِ قلیل'' لکھ کر جہاں اپنے لیے متاعِ کثیر سمیٹ لیا ہے وہاں خانقاہ سراجیہ کے متوسلین کے لیے بھی زادِ آخرت جمع کر دیا ہے...... **فجزاہ اللّٰہ جزاءً وافیاً**''

بلاشبہ چار سو سولہ صفحات پر مشتمل ''متاعِ قلیل'' ایک ایسے انسان کی کہانی ہے جو مسائل حیات سے الجھتا نہیں بلکہ پیہم انہیں سلجھاتا اور صبر و ثبات سے گزرتا چلا جاتا ہے، اسے پڑھتے ہوئے یہی احساس رہتا ہے کہ:

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شِیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگانی

نام کتاب: ''ہمارے دور کے چند علماءِ حق'' مؤلف: سید امین گیلانی رحمہ اللہ ضخامت: ۳۵۱ صفحات

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان۔ مبصر: ڈاکٹر عمر فاروق احرار

یہ کتاب اپنے عہد کے چار نامور مشائخ وصلحاءِ اُمّت کے یادگار تذکرے کا حسین گلدستہ ہے۔ جن میں شیخ طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مبارک نفوس شامل ہیں۔ مؤلف کتاب سید امین